تبصرے

نام کتاب: ادبی تنقید کے لسانی مضمرات

مبصر: ڈاکٹر محمد ذاکر

عہد حاضر میں اردو دنیا بالخصوص اردو لسانیات میں مرزا خلیل احمد بیگ ایک نابغہ روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔ اردو زبان اور لسانیات کے حوالے سے انہوں نے جانفشانی کے ساتھ زبان کے لسانی مزاج اور مرتبہ کو واضح کیا ہے۔شاید ہی ان کے بعد کوئی کر پائے گا۔چونکہ لسانیات ایک نیا شعبہ ہے اس لیے اس خارزار میں قدم رکھنے سے پہلے اکثر افراد کے پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں اور کچھ اس وادیٔ خشک مزاج کو پہلی ہی نظر میں چھوڑ دیتے ہیں۔لیکن مرزا خلیل احمد ان جید نقادوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اردو زبان ولسانیات کے دقیق تر پہلوؤں کو وا کیا اور پھر ان پر مفصل تبصرے اور جائزے بھی پیش کیے۔ابھی تک ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے کہ ان کی کسی کتاب کو باذوق قارئین نے صرف نظر کیا ہو۔ان کی کتابوں ''اردو زبان کی تاریخ'' اور ''اردو کی لسانی تشکیل'' کو ادبی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد اردو زبان کی لسانی ساخت و پرداخت کا صحیح معنوں میں پتہ چلتا ہے۔اس کے علاوہ ان کی کتاب ''ادبی تنقید کے لسانی مضمرات''، جس کے حوالے سے احقر کچھ کہنے کی جسارت کر رہا ہے، نہایت ہی پر مغز، معلوماتی، اور عہد حاضر کے اچھوتے موضوعات پر بہترین کتاب ہے۔ کتاب کی مشمولات پر اگر نظر دوڑائی جائے تو قاری کی دلچسپی کا سامان بھرپور طریقے سے فراہم ہو جاتا ہے۔جیسے تانیثی تنقید، مابعد جدیدیت ایک محاکمہ، ساختیات، اسلوبیات کے علاوہ غالبؔ، شبلیؔ، فراقؔ اور اقبالؔ پر بھی تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔ کتاب میں

باذوق قارئین کی دلچسپی کا اچھا خاصا موادجمع کیا گیا ہے جس میں ایک مضمون ''ادبی تنقید کے لسانی مضمرات'' بھی شامل ہے جومصنف تخلیق اور تنقید کے تثلیثی رشتے کوصرف واضح ہی نہیں کرتا بلکہ اس سے جڑے تمام لسانی وساختیاتی پہلوؤں کو بھی پیش کرتا ہے۔ اس کتاب میں اسلوبیات کے حوالے سے مرزا خلیل احمد بیگ لکھتے ہیں۔

کسی ادبی فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعہ وتجزیہ لسانیات کی مختلف سطحوں پر کیا جاتا ہے۔لسانیات کی پہلی سطح صوتیات ہے جس میں زبان میں کام آنے والی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس کی دوسری سطح تشکیلیات ہے جس میں تشکیل الفاظ سے بحث کی جاتی ہے۔

اس کی تیسری سطح نحو ہے جس میں ترتیب الفاظ اور جملوں اور فقروں کی ساخت پرغور کیا جاتا ہے۔

زبان کے مطالعہ کی آخری سطح معنیاتی کہلاتی ہے جس میں معنی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

تشکیلیات اور نحو کو اگر ملا دیا جائے تو مطالعہ زبان کی ایک اور سطح برآمد ہوتی ہے جسے قواعدی سطح کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ باقی مضامین میں بھی موصوف نے منطقی انداز سے چیزوں کو پیش کیا ہے۔میرا یہ ماننا ہے کہ ادب کے طالب علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ زبان وبیان کے چٹخارے لے سکے۔

OOO

نام کتاب: بین العلومی تنقید

مصنف: پروفیسر عتیق اللہ

صفحات: ۳۶۸

قیمت: ۳۰۰روپے

ناشر: کتابی دنیا دہلی

مبصر: ڈاکٹر اُویس احمد

پروفیسر عتیق اللہ اردو تنقید کا ایک معتبر نام ہے؛ جس نے اپنے تنقیدی شعور اور حسیت سے ادبی تفہیم و تعبیر کے کلاسیکی، نو کلاسیکی اور جدید تنقیدی رویوں کی روشنی میں متن کی لسانی، ہیئتی، ثقافتی اور ساختیاتی تعبیر و تشریح سے معنیاتی نظام کے وسیع تناظرات کی تلاش و جستجو کرکے ادب فہمی کے متنوع جہات کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اُنھوں نے اکادمیاتی نقادانِ ادب کے روایتی طریق نقد کے برعکس اپنے تنقیدی شعور کو بروئے کار لاکر ادبی متن کی کثیر الجہت نوعیت کو قبول کرتے ہوئے تفہیم و تجزیئے کے تفاعل کو روبہ عمل لایا ہے۔ ''بین العلومی تنقید'' موصوف کی تازہ ترین تصنیف ہے جو کہ ۲۳ مضامین پر مشتمل ہے۔ مطالعے کی آسانی کے لیے کتاب کو دو حصوں میں منقسم کی گیا ہے۔ پہلا حصہ نظریاتی تنقید پر مشتمل ہے، جس میں ۱۳ مضامین ہیں۔ جن میں بین العلومی تنقید کی نظری بنیادوں کے ساتھ ساتھ اس کے اصول و ضوابط اور طریق ہائے نقد پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں بین العلومی تنقید کے ساتھ ساتھ نئی تنقید، قرأتِ متن، قاری اور متن کی کش مکش کے ساتھ ساتھ نو آبادیاتی، ماحولیاتی اور مابعد جدید تنقید پر مضامین شامل ہیں؛ جن

میں معنی خیزی کے تفاعل میں دوسرے دائرہ ہائے علوم کی ضرورت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ کیوں کہ موصوف کے نزدیک محض لسانی اور ہیئتی مطالعہ ''دماغی ورزش'' ہے۔اس طرح اُنھوں نے اس حصے میں بین النظریاتی ربین العلومی تناظر سے ادب کی تفہیم و تعبیر پر ارتکاز کیا ہے۔دوسرا حصہ اطلاقی تنقید پر مشتمل ہے، جس میں محمد حسن عسکری، فیض احمد فیض، راجندر سنگھ، قرۃ العین حیدر، وزیر آغا، انیس اشفاق اور خالد جاوید پر مضامین شامل ہیں۔اس حصے میں اُنھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ادبی متن کے تفہیماتی رویوں میں معنیاتی تکثیریت پر اصرار کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ تکثیریت مختلف علوم و نظریات کے امتزاج کے بغیر ناممکن ہے۔ حالاں کہ موصوف خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ''میرا یقین بہر حال بین العلومیت پر ہے۔''اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ روایتی معنیاتی مطلقیت اور مرکزیت پر بین العلومیت ہی کاری ضرب لگا سکتی ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ادب کے تناظر سے ایک ایسا تصور وجود میں آسکتا ہے جو جمہور اساس حیثیت کا حامل ہوگا۔

○○○

نام کتاب: فرید پربتی کے شخصی اور ادبی جہات

مصنف و مرتب: محمد اقبال لون

ناشر: میزان پبلیشرز، بٹہ مالو، سرینگر، کشمیر

مبصر: ڈاکٹر محمد یونس ٹھوکر

فرید پربتی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ کشمیر میں اردو رباعی گوئی کی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر ادھوری ہے۔ فرید پربتی کو اردو شعر و ادب میں اپنے منفرد شعری اسلوب اور موضوعاتی تنوع کی بدولت غیر معمولی اعتبار حاصل ہے۔ ان کی علمی و ادبی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ وہ بیک وقت ایک منفرد شاعر، معتبر محقق و نقاد اور شفیق استاد رہے ہیں۔ ان کے تخلیقی و تحریری سرمائے اور فنکاری کے تعلق سے بقول ڈاکٹر راشد عزیز 'معلومات کے ذخائر کا ایسا کوزہ تیار کرنا آسان نہیں تھا، جس کے آئینہ خانوں میں فن اور فنکار وقت کی گرد کا اثر قبول کئے بغیر پوری آن بان سے سے ابھر آتے'۔ اس عظیم کام کے لئے محنت شاقہ اور علمی شخصیت کا ہونا ضرور ہے۔ چونکہ یہ محنت طلب کام محمد اقبال لون نے اپنی علمی و فنی بصیرت سے سرانجام دیا، کتاب ۲۲ تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ محمد اقبال لون نے ''فرید پربتی کے شخصی اور ادبی جہات'' مرتب کر کے اس عظیم استاد کے مخفی گوشوں کو ان کے مداحوں کے سامنے لانے کی ایک سعی کی ہے۔ ''فرید پربتی اور محمد اقبال لون'' ڈاکٹر راشد عزیز نے ایک مضمون تحریر کیا، جس میں راشد صاحب نے فرید پربتی کی شاعرانہ عظمت کو ابھارنے کے ساتھ ساتھ محمد اقبال لون کی اس کاوش کی بھی ستائش کی۔ خود مرتب نے ایک مبسوط مقدمہ کے ساتھ چند مضامین بھی تحریر کر کے مدلل انداز میں اس

شاعر کے متنوع جہات کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے، اور ایسا شعار بھی دریافت کئے ہیں جن کی طرف دوسرے قلم کاروں کا ذہن نہیں جاسکا۔ ان کے علاوہ جن معروف ومقبول قلم کاروں کے مضامین اس کتاب میں شامل ہیں، ان میں پروفیسر مجید بیدار، پروفیسر قدوس جاوید، محمد یوسف مشہور، دیپک بدکی، عبدالغنی شیخ، پروفیسر اسداللہ وانی، پروفیسر توقیر احمد خان، اشرف عادل منشور بانہالی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فرید پربتی ہمہ جہت تخلیقی فنکار ہیں۔ ان کی شعری دنیا غزل کے دوسرے مشاہیر کی دنیا سے الگ اور انوکھی تھی اور ان کی بدولت اردو غزل کو نئی لفظیات اور نئی امیجری کی وسعت عطا ہوئی، جس میں تراکیب بھی ہیں تشبیہات اور نئے استعارے بھی۔ لفظوں کے فنی دروبست اور تہداری میں بالکل منفرد نظر آتے ہیں۔

واقف میں ہر اک خواب کی تعبیر سے ہوں
حصار وقت نے خود اس کو گھیر رکھا ہے
ملنے کو تو ملتے ہیں مگر دل نہیں ملتا
رشتے ہوئے ہیں اب کہ بحال اور طرح کے

ہجوم آئینہ میں پروفیسر قدوس جاوید نے ان کی تمام شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> نئی نسل میں میں شعر کہنے والے تو بہت ہیں لیکن ایسے جو واقعی عمدہ اور امکانات سے پر شاعری کر رہے ہیں، ان میں فرید پربھی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ اس منفرد شناخت کے کئی اسباب ہیں۔ اول یہ کہ شعر کے منصب سے واقف ہیں مختلف ومتضاد روایات وتجربات اور تحریکات ور جحانات کو برتتے ہوئی ردو شاعری جس مقام تک پہنچی ہے۔ فرید پربتی اس مقام اور اس کے تمام جہات وامتیاز کا گہرا شعور رکھتے ہیں اس لئے فرید پریتی کو شاعری میں لسانی وشعری تہ داری اور فکری و جمالیاتی پہلو داری کے ایسے اور اتنے نمونے ملتے ہیں جو

ان کے کم ہی ہم عصروں کے یہاں نظر آتے ہیں۔

(ہجوم آئینہ، ص، ۵۱)

من جملہ طور پر یہ کتاب بڑی حد تک فرید پربتی کی شخصیت اور فنی جہات کو اجاگر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بیس سے زائد مضامین پر مشتمل یہ کتاب تاثراتی مضامین کی رعنائیوں سے بھی بھرپور دکھائی دیتی ہے۔ اور تجرباتی وفور کی جلوہ سامانیاں بھی اس کتاب کے صفحات سے جھلکتی ہے۔ فنکار کی شخصیت اور فن کی خوبیوں اور خامیوں کا احاطہ بھی کرتی ہے۔

○○○